12۔لوکل بس

دلاور فگار (۱۹۲۸ء۔۱۹۹۸ء)

تعارف: تاریخی نام سعید اختر تھا، بعد میں دلاور حسین رکھ دیا گیا۔ ۱۹۲۸ء میں شاکر حسین کے گھر بدایوں شہر صوبہ اتر پردیش میں پیدا ہوئے۔ ابتداء میں ''فگار'' تخلص کیا اور یہی وجہ شہرت بنا۔ دلاور فگار نے اخباری خبروں سے روزمرہ زندگی کے مضحک زاویے تلاش کیے۔ دلاور فگار نے خالص مزاحیہ شاعری کو آگے بڑھایا اور معاشرتی ناہمواریوں کو مزاحیہ انداز میں پیش کیا۔ ''حادثے''، ''ستم ظریفیاں''، ''شامت اعمال''، ''آداب عرض''، ''از سرِنو''، ''مطلع عرض ہے''، ''خدا جھوٹ نہ بلوائے''، ''کہا سنا معاف کرنا''، ''صلہ شہید کیا ہے''، ''فی سبیل اللہ'' اور ''انگلیاں فگار اپنی'' زیادہ مشہور تصانیف ہیں۔ ۱۹۹۸ء میں خالق لم یزل سے جا ملے۔

لوگ دل دیتے ہیں بیٹی اور بیٹا دیکھ کر
میں یہ شادی کر رہا ہوں ''بائیو ڈیٹا'' دیکھ کر

خلاصہ: (بہاول پور 2009، گوجرانوالہ 2010، لاہور 2007,09، سرگودھا 2012ء)

شاعر لوکل بس میں سفر کرنے والوں کی حالت زار کا نقشہ طنز و مزاح کی آمیزش سے کھینچتے ہوئے کہتا ہے کہ کوئی مسافر ہار کی طرح بس میں لٹکا ہوا تھا۔ کوئی سایہ دیوار کی طرح پڑا تھا تو کوئی گناہ گار کی مانند سہما ہوا کھڑا تھا اور کوئی مرغ گرفتار کی سی حالت میں پھنسا ہوا تھا۔ پاؤں کا جوتا کسی کے کھڑاؤں سے تبدیل ہو گیا تھا۔ مسافروں سے لبالب بھری بس ایک سٹاپ پر مزید مسافر ٹھونسنے کے لیے رکی، تو مسافروں نے بے چارے کنڈکٹر کو چلنے کے لیے کہا۔ مسافروں اور کنڈکٹروں کے درمیان دست و گریبانی کی کیفیت تھی۔ کنڈکٹر کہہ رہا تھا کہ اب بس میں آ گئے ہو تو شور مچانے کی ضرورت نہیں۔ اگر زیادہ نازک بدن تھے تو اس بس میں کیوں سوار ہوئے۔ غرض لوکل بس میں افراتفری اور کھینچا تانی کی کیفیت تھی۔

اشعار کی تشریح

بند نمبر 1

بس میں لٹک رہا تھا کوئی، ہار کی طرح
کوئی پڑا تھا، سایہ دیوار کی طرح
سہما ہوا تھا کوئی، گناہ گار کی طرح
کوئی پھنسا تھا، مرغ گرفتار کی طرح
محروم ہو گیا تھا کوئی، ایک پاؤں سے
جوتا بدل گیا تھا کسی کا، کھڑاؤں سے

حل لغت: سایہ: پرچھائیں، چھاؤں — سہما ہوا: خوف زدہ، ڈرا ہوا — گناہ گار: مجرم، قصوروار
مرغ گرفتار: قیدی پرندہ — کھڑاؤں: لکڑی کا جوتا

مفہوم: لوکل بس میں کوئی ہار کی طرح لٹکا ہوا تھا تو کوئی سایہ دیوار کی طرح بس میں گرا پڑا تھا۔ کوئی گناہ گار کی مانند خوف زدہ اور کوئی مرغ گرفتار کی طرح لوگوں کے درمیان الجھ گیا تھا۔ کسی کا پاؤں دوسرے سے الجھ رہا تھا اور کسی کا جوتا کسی کے لکڑی کے جوتے سے بدل گیا تھا۔

تشریح:

مزاحیہ شاعری میں شہرت دوام کی حامل شخصیت، جسے زمانہ دلاور فگار کے نام سے جانتا ہے۔ انھوں نے زیر تشریح نظم میں لوکل بس کے مسافروں کا نقشہ طنز و مزاح کی آمیزش سے پیش کیا ہے۔

لوکل بسیں عام طور پر بڑے شہروں (لاہور، کراچی) وغیرہ میں دور دراز کے علاقوں کے درمیان رابطے کا کام کرتی ہیں۔

شاعر نے لوکل بس کے مسافروں کا حال زار بیان کیا ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ لوکل بس میں اتنی بھیڑ تھی کہ لوگوں کو توازن بحال رکھنا مشکل ہو رہا تھا۔ ایسے میں لوگ توازن برقرار رکھنے کے لیے مختلف سہارے ڈھونڈنے میں مگن تھے۔ چناں چہ بعض لوگوں نے بس کی چھت کے نیچے لگے ہوئے راڈ کو تھام لیا تھا تا کہ توازن بحال ہو سکے اور گرنے سے بچ سکیں۔ چناں چہ جب بھی یہ بس کسی ناہموار سڑک سے گزرتی تو یہ لٹکے ہوئے معلق مسافر کسی ہار کی طرح حرکت کرنے لگتے تھے۔ شاعر نے یہاں بس میں لٹکے ہوئے سازوں کو ہار سے تشبیہ دی ہے۔ کیوں کہ ہار کو جب کسی سہارے پر لٹکایا جاتا ہے تو یہ ہلکی ہلکی جنبش کرتا ہے۔ بالکل یہی حال مسافروں کا تھا۔ بس کی حرکت کے دوران یہ مسافر بھی آہستہ آہستہ آگے پیچھے حرکت کرتے تھے۔

کوئی بیٹھے ہوئے پر گر رہا ہے بس کے جھٹکے سے
کوئی کرتب دکھاتا ہے لٹک کر چھت میں لٹکے سے

دوسرے مصرعے میں شاعر نے بعض مسافروں کو سایۂ دیوار سے تشبیہ دی ہے۔ یاد رہے کہ سایہ فقط دیواروں یا زمین پر گرا پڑا ہوتا ہے۔ سائے کی کوئی اہمیت، وقعت نہیں ہوتی۔ یہ افادیت و حیثیت سے عاری ہوتا ہے۔ تمام لوگ سائے کو روندتے ہوئے نکل جاتے ہیں۔ کوئی شخص بھی سائے کو دیکھ کر اپنے پاؤں پیچھے نہیں ہٹاتا بلکہ اُس کے اوپر سے ہی گزر جاتا ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ لوکل بس میں سوار مسافروں کی بھی یہی حالت تھی۔ کوئی دیوار کے ساتھ بے سہارا ہو کر گرا پڑا تھا اور ہجوم اس قدر تھا کہ لوگ ان کی پروا کیے بغیر اُن سے سائے کی طرح کے سلوک کے مرتکب ہو رہے تھے۔ یعنی لوگ انھیں روندتے ہوئے نکل جاتے تھے اور ایک دوسرے کے اوپر گرتے پڑتے جا رہے تھے۔ شاعر نے پہلے شعر میں دونوں تشبیہات یعنی ہار اور سایۂ دیوار نہایت موزوں استعمال کی ہیں۔

تیسرے مصرعے میں شاعر نے ایک اور قسم کے مسافروں کی نقشہ آرائی کی ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ بعض لوگ بس میں بہت زیادہ سہمے ہوئے تھے۔ بالکل ایسے لگتا تھا جیسے وہ کسی گناہِ کبیرہ کے مرتکب ہوئے ہوں یا کوئی جرم کیا ہو۔ دراصل بس میں بہت زیادہ ہجوم اور بھیڑ تھی۔ لوگ بس میں اس قدر ہجوم دیکھ کر ورطۂ حیرت میں ڈوب چکے تھے۔ یہ منظر دیکھ کر اُن پر بالکل سکوت طاری ہو گیا تھا اور وہ مبہوت تھے۔ یہ لوگ گناہ گاروں کی طرح سہمے کھڑے تھے گویا کوئی گناہ گار سزا سننے کا منتظر ہو اور اس سزا سے خوف زدہ ہو۔ غرض یہ کہ بس میں لوگ اس قدر قریب بیٹھے تھے کہ گویا تمام لوگ ایک ہی جسم کے مالک ہوں۔

چوتھے مصرعے میں شاعر نے مسافروں کی ایک اور قسم بیان کی ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ بس میں بہت زیادہ بھیڑ تھی۔ پاؤں رکھنے کی جگہ نہ تھی۔ بس کھچا کھچ بھری ہوئی تھی، مسافر اس سفر سے بہت بے زار تھے۔ اس ہجوم سے مسافروں میں چڑچڑا پن پیدا ہو گیا تھا اور وہ ایک دوسرے سے دست و گریباں ہو گئے تھے اور جگہ کے حصول کے لیے وہ ایک دوسرے کو دھکیل رہے تھے۔ الغرض یہ کہ اس سفر سے بہت تنگ آ چکے تھے۔ بقول شاعر:

تھی اوور لوڈ بس کی حالتِ زار — مسافر بلبلاتے جا رہے تھے
لڑائی، کھینچا تانی، افراتفری — سفر کے دُکھ اٹھاتے جا رہے تھے

چناں چہ اس ہجوم میں کوئی مسافر اس طرح پھنس گیا تھا جیسے کوئی پرندہ پنجرے میں گرفتار ہو چکا ہے۔ چناں چہ حالت یہ تھی کہ بس کے اندر حبس اور گرمی کی شدت تھی اور ہر مسافر کے لیے صحیح طرح سے کھڑا ہونا بھی دشوار ہو رہا تھا۔ بقول شاعر

نہ بیٹھا نہ ڈھب سے کھڑا ہے مسافر — مسافر کے اوپر پڑا ہے مسافر

تیسرے شعر میں شاعر بتاتا ہے کہ لوکل بس مسافروں سے بھری ہوئی تھی۔ حتیٰ کہ مسافر بری طرح ایک دوسرے سے ٹکریں کھا رہے تھے۔ چناں چہ افراتفری کے اس عالم میں مسافروں کے لباس پھٹ رہے تھے اور جوتے تک اتر رہے تھے۔ ان لوگوں کا اگر ایک مرتبہ جوتا اُتر جاتا تو ہجوم کی وجہ سے اسے واپس پہننا ناممکن ہو رہا تھا۔ چناں چہ اگر کسی ایک مسافر کا جوتا اتر گیا تو اسے مجبوراً لکڑی کا جوتا پہننا پڑتا یہ سوچتے ہوئے کہ "نہ ہونے سے کچھ ہونا ہی بہتر ہے"۔

حقیقت یہ ہے کہ لوکل بسوں میں مسافروں کا یہی حشر ہوتا ہے۔ ایک مسافر دوسرے کی ٹانگوں کے بل بوتے پر کھڑا ہوتا ہے تو دوسرا مسافر تیسرے مسافر کی ٹانگوں کے بل بوتے پر۔ بقول انور مسعود:

منی بس میں مرے اے ہم سفر تو میں ہے، میں تو ہوں
تری ٹانگیں، مری ٹانگیں، مری ٹانگیں، تری ٹانگیں

لوکل بس کے مسافروں کی حالت کا نقشہ ایک اور شاعر نے یوں کھینچا ہے۔

کچھ ایسے ہیں کہ اٹھنے کے لیے تیار بیٹھے ہیں
مگر جانے کی راہیں بند ہیں، ناچار بیٹھے ہیں

بند نمبر 2

گاڑی میں ایک شور تھا، کنڈکٹر آگے چل
کہہ دے خدا کے واسطے، ہاں ٹھیک ہے ڈبل
کب تک کھڑا رہے گا سرچارۂ عمل
لڑنے کی آرزو ہے تو باہر ذرا نکل
تجھ پہ خدا کی مار ہو، اسٹارٹ کردے بس
دو پیسے اور لے لے جو دولت کی ہے ہوس

حل لغت:

شور: ہنگامہ — ڈبل: کنڈکٹروں کی اصطلاح جو ڈرائیور کو بس چلانے کا اشارہ ہوتا ہے
سرچارۂ عمل: کسی کام میں مصروف — آرزو: خواہش — ہوس: لالچ

مفہوم: گاڑی میں شور برپا تھا کہ اے کنڈکٹر ذرا آگے چل اور خدا کے واسطے ڈرائیور سے کہہ دے کہ ہاں ٹھیک ہے ''ڈبل'' کام کرنے میں کب تک مصروف رہے گا۔ اگر لڑنے کی خواہش ہے تو ذرا باہر نکل۔ تجھ پر خدا کی مار ہو بس کو اسٹارٹ کردے۔ اگر دولت کی ہوس ہے تو دو پیسے اور لے لو۔

تشریح:

لوکل بسوں کی عام طور پر دو اقسام ہیں۔ ایک وہ جو گورنمنٹ سیکٹر کے زیرِ اہتمام چلتی ہیں۔ انھیں سٹاپ پر آنے اور جانے کا ایک شیڈول دیا جاتا ہے، جس کی پابندی لازمی ہوتی ہے۔ لیکن پھر بھی ان بسوں کا رویہ یہ ہوتا ہے کہ سٹاپ سے نکل کر کچھوے کی رفتار سے چلتی ہیں تاکہ مزید سواریاں ٹھونسی جاسکیں اور جب سواریاں خوب بھر جاتی ہیں تو یہ بسیں اڑتی ہوئی منزل کو رواں دواں ہوتی ہیں۔

بسوں کی دوسری قسم وہ ہے جو پرائیوٹ سیکٹر کے زیرِ اہتمام ہوتی ہیں۔ بیشتر لوکل بسیں پرائیویٹ سیکٹر کے ہی زیرِ اہتمام ہیں۔ ان بسوں کی حالت گورنمنٹ سیکٹر کے زیرِ اہتمام بسوں سے بھی زیادہ مخدوش ہوتی ہے۔ کیوں کہ انھیں مکمل آزادی ہوتی ہے کہ جب چاہیں آئیں اور جب چاہیں اسٹاپ سے نکل جائیں۔

نظم میں جن مسافروں کا حال بیان کیا گیا ہے انھیں بھی اس قسم کی پرائیویٹ سیکٹر کی بس سے پالا پڑا تھا۔ ان لوگوں کو مسافر زیادہ ٹھونسنے کی بہت زیادہ ہوس ہوتی ہے۔ مسافروں کی حالت پہلے بند میں بیان ہو چکی ہے کہ مسافروں سے بس لبالب بھری ہوئی ہے۔ بس میں قدم رکھنے کی بھی گنجائش نہیں۔ تاہم اس صورت میں بھی کنڈکٹر نے مزید سواریاں ٹھونسنے کے لیے اگلے سٹاپ پر ٹھہرالی ہے کیوں کہ کنڈکٹر کی خواہش تھی کہ بس نہ صرف اندر سے بھر جائے بلکہ درجن بھر لوگ بس کے پیچھے بھی لٹکے ہوئے ہوں اور بس کی چھت پر بھی مسافروں کا ہجوم ہو۔ اپنی اسی خواہش کی تکمیل کے لیے کنڈکٹر ایک سٹاپ پر بس کو روکا تو مسافر متحیر ہو کر ایک دوسرے کا منھ تکنے لگے کہ ابھی مزید سواریوں کی بھی حاجت ہے۔

چناں چہ بس میں بیٹھے ہوئے مسافروں نے چیخ پکار شروع کردی اور ہر طرف سے یہ صدائیں بلند ہو رہی تھیں کہ بس کو چلا دو۔ لوگ گلا پھاڑ پھاڑ کر کنڈکٹر کو سخت الفاظ میں کہہ رہے تھے کہ بس کو ہرگز بھی نہیں روکنا چاہیے۔ صرف لٹکے ہوئے اور چھت

ہوئے مسافر ہی نہیں بلکہ سیٹوں پر بیٹھے ہوئے مسافر بھی بے چین ہو کر آگے چلنے کو کہہ رہے تھے۔

جو کچھ سیٹوں پہ ہیں وہ بھی بہت بے زار بیٹھے ہیں
بڑے بے چین بیٹھے ہیں، مگر ہشیار بیٹھے ہیں

لیکن ان تمام باتوں کا کنڈکٹر پر کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔ چناں چہ بعض مسافروں نے بھانپ لیا کہ کنڈکٹر اور ڈرائیور دولت کی ہوس میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ تو انھوں نے کنڈکٹر کو مزید پیسے دینے کی پیش کش کی اور مطالبہ کیا کہ وہ ڈرائیور کو "ڈبل" کہہ دے۔ دراصل ڈبل کا لفظ کنڈکٹروں کی ایک مخصوص اصطلاح ہے۔ (خاص طور پر کراچی میں) کنڈکٹر جب ڈرائیور کو گاڑی اسٹارٹ کرنے کے لیے کہنا ہو تو وہ اکثر یہ الفاظ استعمال کرتا ہے کہ "ہاں ٹھیک ہے ڈبل" اس سے ڈرائیور فوری آگاہی حاصل کر لیتا ہے۔ کہ اُن کے ہوس زر کے مقاصد پورے ہو چکے۔ چناں چہ اس مفہوم کے تناظر میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ بس میں بیٹھے ہوئے لوگ اُسے خدا کا واسطہ دے کر چلنے کو کہتے ہیں۔ فی الحقیقت مسافر اس بس کے دستور وضوابط سے آگاہ نہ تھے اور یہ بس، اس کا کنڈکٹر اور اس کے ڈرائیور کا مزاج مسافروں کے مزاج سے قطعی نہیں مل سکتا تھا۔ بقولِ شاعر:

ممکن نہ تھا کہ بس سے ملے اپنا یہ مزاج
ایسے میں رائیگاں تھی ہر آوازِ احتجاج

تیسرے مصرعے میں بس میں بیٹھے ہوئے مسافروں نے کنڈکٹر سے پوچھا کہ کب تک بس کو اسٹارٹ نہ کراؤ گے۔ اب انھوں نے کنڈکٹر کو آڑے ہاتھوں لینا شروع کر دیا کہ اُس کا کیا ارادہ ہے اُس نے کتنے اور اسٹاپ لینے ہیں۔ ابھی بس میں اس نے کتنے مزید مسافر ٹھونس کر ڈرائیور کو جانے کا اشارہ کرنا ہے۔ غرض یہ کہ بس کی رفتار اتنی سُست تھی کہ مسافر حضرات منزل تک پہنچتے دکھائی نہ دیتے تھے۔ بڑی شاہراہ پر بس کی رفتار اس قدر کم تھی گویا کسی تنگ کچی پگڈنڈی سے گزر رہی تھی۔ بقولِ شاعر بس کا یہ حال تھا:

کوئی میل بھر میں یہ سو بار ٹھہری
سڑک اس کے رستے میں دیوار ٹھہری

چوتھے مصرعے میں شاعر نے کچھ ایسے مسافروں کی نقشہ آرائی کی ہے کہ جن کا صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا۔ جنھیں کنڈکٹر کے اس رویے پر شدید غصہ آ رہا تھا۔ چناں چہ ان لوگوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ کنڈکٹر کو دھمکیاں دینا شروع کر دیں۔ ان گرم مزاج لوگوں نے آستینیں چڑھا لیں اور کنڈکٹر کو دھمکیاں دینے لگے کہ ذرا باہر نکلو، تمھارے اس برتاؤ کا صلہ تمھیں ایسا دیں گے کہ تاقیامت یاد رکھو گے۔ لیکن کنڈکٹر کے کان پر جوں تک نہیں رینگ رہی تھی۔ دراصل کنڈکٹر کو اس طرح کی صورت حال سے شب و روز واسطہ پڑتا رہتا ہے، وہ جانتا ہے کہ یہ صرف دھمکی ہے اور اُسے ہاتھ لگانے کی کوئی جرات نہیں کر سکتا۔

آخری شعر میں شاعر نے ایسے لوگوں کی حالت کو بیان کیا ہے جو یا تو لڑنے کا مزاج نہ رکھتے تھے یا پھر لڑنے کی استطاعت نہ رکھتے تھے، انھوں نے کنڈکٹر کی بے حسی کے رویے پر لعنت ملامت شروع کر دی۔ حتیٰ کہ زیادہ جوش میں آکر ان لوگوں نے کنڈکٹر کو بد دعائیں دینا شروع کر دیں کہ "خدا کرے تم خدا کے غضب کا شکار ہو" "خدا تمھیں غارت کرے" "تم پر خدا کا عذاب نازل ہو" اور "تم پر خدا کی بے آواز لاٹھی کی ضرب پڑے۔ اگر تمھیں دولت کی اندھی ہوس ہے تو ہم تمھیں دو پیسے زیادہ دے دیتے ہیں لیکن بس اسٹارٹ کرا دو۔ لیکن مسافروں کے رویہ کا کنڈکٹر پر ذرہ برابر بھی اثر نہ ہوا۔ بس کی رفتار کے متعلق شاید اسی لیے ایک شاعر نے کہا تھا:

یہ بس جو واقعی تھی کئی سال سے علیل
مشکل سے ایک گھنٹے میں چلتی تھی چار میل
مالک نے بھی یہ سوچ کر دے دی تھی اس کو ڈھیل
اب اس کی زندگی کے ہیں لمحے بہت قلیل

بند نمبر 3

(راولپنڈی 2013ء، فیصل آباد 2012ء)

کنڈکٹر اب یہ کہتا تھا، وہ بس چلائے کیوں
جو بس میں آ گیا ہے، کرے ہائے ہائے کیوں
جس کو ہو جاں عزیز، مری بس میں آئے کیوں
ایسے ہی گل بدن تھے تو پیسے بچائے کیوں

ٹھانی ہے دل میں، اب نہ دبیں گے کسی سے ہم　　　　تنگ آ گئے ہیں، روز کی کنڈکٹری سے ہم

حل لغت:　ہائے ہائے کرنا: چیخ پکار کرنا　　عزیز: پیاری　　دبنا: رعب میں آنا

گل بدن: پھول جیسے جسم کا مالک، یعنی بہت زیادہ نازک　　ٹھانی ہے: ارادہ کرلیا ہے، فیصلہ کرلیا ہے

مفہوم: کنڈکٹر کہتا تھا کہ وہ بس نہیں چلائے گا اور کسی کو بس میں چیخنے چلانے کی ضرورت نہیں۔ جنھیں اپنی جان کا زیادہ خیال تھا یا جو زیادہ نازک مزاج تھے انھیں بس میں نہیں آنا چاہیے تھا۔ کنڈکٹر مزید کہتا تھا کہ روز کی اس کنڈکٹری سے تنگ آ کر اُس نے بھی کسی سے خوف نہ کھانے کا عہد کرلیا ہے۔

تشریح:

تشریح طلب بند میں شاعر نے کنڈکٹر کے رویے کو بیان کیا ہے کہ تمام مسافروں کی آہ و زاری کے نتیجے میں کنڈکٹر کا ردِعمل کافی غلط تھا۔ اُس نے لوگوں کی آہ و پکار سے کوئی اثر نہ لیا اور بس کو اسٹاپ پر روکے رکھا۔ مزید برآں اب لوگوں کو اس نے سخت الفاظ میں دوٹوک بات کرتے ہوئے کہا کہ وہ بس ہرگز نہیں چلائے گا۔ وہ ہرگز ڈرائیور کو چلنے کا اشارہ نہیں کرے گا۔ کیوں کہ جو شخص بھی بس میں آ گیا، تو اُسے چیخ پکار کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ کیوں کہ یہ باتیں انھیں سوار ہونے سے قبل سوچنا چاہیے تھیں۔ لہٰذا اب ہائے ہائے کرنے سے چنداں فائدہ نہ ہوگا۔ تشریح طلب بند کا دوسرا مصرع مرزا غالبؔ کے اس شعر کی تحریف ہے:

غالب خستہ کے بغیر کون سے کام بند ہیں　　　　روئیے زار زار کیا کیجیے ہائے ہائے کیوں

چناں چہ کنڈکٹر نے واشگاف الفاظ میں مسافروں پر یہ واضح کردیا تھا کہ وہ سٹاپ پر اپنا مزید قیام جاری رکھے گا۔ لیکن یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کنڈکٹر کو سواریوں کی بھرمار سے کیا تعلق؟ زیادہ یا کم سواریوں کا فائدہ یا نقصان تو مالک کو ہی ہوگا۔

دراصل سواریوں کی بھرمار سے بالواسطہ کنڈکٹر نفع حاصل کرتا ہے اور براہ راست بس کا مالک فائدہ حاصل کرتا ہے۔ دراصل یہ ایک تلخ مگر سچی حقیقت ہے کہ بعض کنڈکٹروں کو تنخواہ، معمولی اور کمیشن سواریاں زیادہ سے زیادہ ٹھونسنے کے حساب سے دیا جاتا ہے۔ چناں چہ کنڈکٹر جتنی زیادہ سواریاں ٹھونستا ہے اُتنا ہی اُسے تنخواہ کے علاوہ کمیشن ملتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کنڈکٹر حضرات گلا پھاڑ پھاڑ کر بڑی جدوجہد اور انہماک سے مسافر اکٹھے کرنے میں مگن ہوتے ہیں اور مسافروں سے غلط بیانی سے کام لیتے ہیں۔ کنڈکٹر مسافروں کو یقین دلاتا ہے کہ بس راستے میں کہیں بھی اسٹاپ نہ لے گی۔ بس ابھی چند لمحوں میں چل پڑے گی۔ لیکن حقیقت بالکل اس کے برعکس ہوتی ہے۔ بس کے لیے ہر سڑک اسٹاپ ثابت ہوتی ہے اور چند لمحے، گھنٹوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔

کنڈکٹر نے تیسرے اور چوتھے مصرعے میں مسافروں پر بھی طنز کرنا شروع کردیا جب مسافروں نے شکایت کی کہ بھیڑ کی وجہ سے پہلے ہی اُن کا دم گھٹ رہا ہے، تو کنڈکٹر نے صاف کہہ دیا کہ اگر تمھیں جان اتنی ہی پیاری تھی کہ اس ہلکے سے حبس سے گھبرا گئے، تو تمھیں میری بس میں آنے کو کس نے کہا تھا اور میں نے کسی کو اٹھا کر زبردستی تو نہیں بٹھایا۔ یہ تمام باتیں تمھیں پہلے سوچنا چاہیے تھیں۔ اور اب ''اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت'' کے مصداق تمھاری چیخ پکار لاحاصل ہے۔ اس بند کا تیسرا مصرع مرزا غالب کے اس شعر کی تحریف ہے۔

ہاں وہ نہیں خدا پرست، جاؤ وہ بے وفا سہی　　　　جس کو ہو دین و دل عزیز اُس کی گلی میں جائے کیوں

چوتھے مصرعے میں کنڈکٹر نے مزید ڈھٹائی کا ثبوت دیا ہے۔ اپنی غلطیوں کے احساس کے بجائے اُس نے لوگوں کو تن آسانی اور آرام پسند ہونے کے طعنے دینے شروع کر دیے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ اگر تم اتنے ہی نازک اندام تھے تو تمھیں کس نے کہا تھا کہ اس سستی سواری (لوکل بس) میں سفر کرو۔ حالاں کہ یہ کوئی پہلا واقعہ نہیں شب و روز اس طرح کے واقعات رونما ہوتے ہیں۔ اگر تم بس کے سفر کی شدت برداشت نہیں کر سکتے تھے، تو پھر تم کوئی ٹیکسی یا رکشے پر زیادہ کرایہ ادا کر کے پرسکون سفر کرتے تاکہ تمھاری

طرح نازک اندامی پر کوئی آنچ نہ آتی۔ کنڈکٹر دراصل مسافروں کی کیفیات کو سمجھتا تھا۔ اُسے معلوم تھا کہ تمام مسافر، غربا ہی ہیں جو اب محض ایک دوسرے کو دیکھ کر رُعب ڈالنے کے لیے پیسے زیادہ دینے کی بات کر رہے ہیں۔ چناں چہ کنڈکٹر انھیں کہتا ہے کہ اگر پیسے اتنے ہی وافر تھے تو پھر پہلے ہی اس بس میں کیوں سوار ہوئے تھے۔

آخری شعر میں کنڈکٹر نے بھی دھمکیوں کے خلاف اپنا ردِعمل جارحانہ کر دیا ہے۔ وہ کہتا ہے اب ہم نے یہ عزمِ صمیم کر لیا ہے کہ ہم کسی مسافر سے خوف نہ کھائیں گے۔ شب و روز ہمیں اس طرح کے حالات سے واسطہ پڑتا ہے۔ اس کنڈکٹری کی خواری سے میں پہلے ہی بے زار ہو چکا ہوں۔ مالک کی شہ پر پہلے جھوٹ بول کر سواریاں لادنا، پھر اپنے بیانات سے انحراف، پھر مسافروں سے دست و گریباں ہونا اور اُن سے طعن و ملامت کرانا، اِن تمام کی وجہ سے میں کنڈکٹری سے تنگ آ چکا ہوں۔

دراصل یہاں دلاور فگار نے تین معاشرتی برائیوں کو بیان کیا ہے۔ اوّل یہ کہ عوام الناس (مسافروں) اور کنڈکٹر دونوں کا رویہ جارحانہ اور غیر موزوں ہوتا ہے۔ دوم یہ کہ معاشرے میں ہر شخص دولت کی اندھی ہوس کا شکار ہے۔ مسافر ہیں تو پیسوں کی بچت کر کے سستی بس میں سفر کرتے ہیں اور کنڈکٹر تو ان سے بھی چند قدم آگے ہے، جو بس کو اندر باہر سے لبالب بھرنے کا خواہاں ہے۔ سوم شاعر نے ایک تلخ حقیقت بیان کی ہے کہ قیامِ پاکستان کے بعد جہاں پاکستان میں دیگر نظام مفلوج ہیں، وہاں ٹرانسپورٹ سسٹم بھی عدم توجہی کا شکار ہے۔ حکومت کی طرف سے کوئی منظم لائحہ عمل نہیں دیا جاتا اور نہ ہی بس مالکان، ڈرائیور، اڈہ منیجر اور کنڈکٹر حضرات کو سختی سے قوانین کی پاسداری اور ٹائم شیڈول پر عمل کرایا جاتا ہے۔ نتیجتاً مندرجہ بالا صورتِ حال پیش آتی ہے اور کنڈکٹر اور مسافروں کے درمیان لڑائی تک نوبت آ جاتی ہے اور دوسری قسم کے منکسر المزاج شخص سوچوں میں غرق ہو جاتے ہیں اور بعض تخلیقِ سخن میں۔ بقول شاعر:

گھبرا کے ہم تو آرٹ کی دنیا میں کھو گئے
اسٹاپ جب تک آیا کئی شعر ہو گئے

مشقی سوالات

سوال 1 نظم ''لوکل بس'' کے متن کو پیش نظر رکھ کر ہر درست جواب کے گرد دائرہ لگائیں۔

(i) بس میں کوئی لٹک رہا تھا:

✓ (الف) ہار کی طرح (ب) گرفتار کی طرح (ج) بیمار کی طرح (د) گناہ گار کی طرح

(ii) لوگ کنڈکٹر کو کتنے پیسے اور دینے کو تیار تھے؟

✓ (الف) دو (ب) پانچ (ج) دس (د) بیس

(iii) کنڈکٹر کس چیز سے تنگ آ گیا تھا؟

(الف) مسافروں سے (ب) بس کی حالت سے

(ج) تنگ دستی سے ✓ (د) کنڈکٹری سے

سوال 2 اس نظم کے دوسرے اور تیسرے بند میں کنڈکٹر اور مسافر کے درمیان ہونے والے کھینچا تانی کو مکالمے کے انداز میں لکھیں۔

سوال 3 مندرجہ ذیل الفاظ و تراکیب کا مطلب لکھیں

سایۂ دیوار	دیوار کی پرچھائیں مراد ہے نیچے پڑے ہوئے
مرغِ گرفتار	پنجرے میں قیدی پرندہ
سر چارۂ عمل	چلنے کے متعلق سوچنا
گل بدن	تن نازک، پھولوں جیسے جسم والا
کھڑاؤں	لکڑی کا بنا جوتا، سستا جوتا

سوال 4 نظم لوکل بس کا خلاصہ لکھیں۔

جواب دیکھیے نظم کا خلاصہ